Studybeesofficial

Where Minds Pollinate

Urdu Class#11 FBISE

نظم # 4

National Book Foundation

Follow Our Socials
studybeesofficial
studybeesofficialpak
studybeesofficialpak

CamScanner

اے وادی لولاب

شاعر: علامہ اقبال

صنف: مثلث/ثلاثی

بند نمبر 1۔

پانی تیرے چشموں کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تشریح: اقبال "شاعر مشرق "، "مفکر پاکستان " جیسے القابات سے نوازے گئے۔ ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اقبال کی شاعری امتِ مسلمہ کی بیداری کے لیے تھی۔ آپکی اولین خواہش مسلمانوں کی خودی کو بیدار کرنا تھا۔ اسی لیے آپ کا پیغام قوت، حرکت و عمل کرنا تھا۔ اسی لیے آپ کا پیغام قوت، حرکت و عمل اور کوشش وجد وجہد پر ابھارتا ہے۔

صنف کے لحاظ سے "اے وادی لولاب " نظم ہے۔ نظم ایک مرکزی خیال کے تحت لکھی جاتی ہے۔ اور اس نظم کی ہیت "مثلث یا ثلاثی " ہے۔ یعنی ایسی نظم جس کے ہر بند کے تین مصرعے ہوں۔

نظم "اے وادی لولاب "اقبال کی کتاب "ارمغان حجاز " میں ملازادہ ضغیم لولابی کشمیری کا بیاض سے لی گئی ہے۔ یہ وادی مقبوضہ کشمیر میں ضلع کپواڑہ میں واقع ہے۔ اس نظم میں اقبال نے مسلم امہ خصوصاً کشمیر کے مسلمانوں کی روحانی بیداری، علم وحکمت کی اہمیت اور دینی واخلاقی تربیت پر زور دیا ہے۔ یہ اقبال کے فلسفے کی بھی بنیادی فکر ہے کہ وہ امت مسلمہ کی بیداری چاہتے تھے۔

تشریح طلب بند میں اقبال فرماتے ہیں کہ وادی لولاب کے چشموں کا پانی تیز رفتاری سے چل رہا ہے اور اتنا شفاف اور رواں ہے کہ سورج کی کرنیں پڑنے سے چمک رہا ہے۔ یہاں شاعر کے کہنے کا مقصد ہے کہ لولاب کے چشمے کا پانی تیزی سے رواں دواں ہے جو وادی کی زندگی اور حیات کی وجہ بھی ہے۔ اس پانی کی وجہ سے وادی کا حسن اور خوبصورتی اور بڑھ جاتی ہے۔

شاعر صبح کے پرندوں کی حرکت و عمل کا دوسرے مصرعے میں ذکر کرتے ہیں وادی کے حسن اور خوبصورتی اور چشمے کی روانی اور آب وتاب کی وجہ سے پرندے بھی خوش، پرجوش اور بے تاب ہیں اور یہ منظر زندگی کے یہ ایک "استعادہ " ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات ایک معین نظام کے تحت بنائی۔ صبح سویرے جاگنے اور اپنی عبادت کے لیے، دن کام کے لیے اور رات آرام کے لیے، صبح کا وقت پر نور، سہانا اور دلفریب ہوتا ہے۔ فطرت کے حسین نظارے اور پرندوں کی چہچہاہٹ روح کو منور کرتے ہیں۔ شاعر کے نزدیک وادی لولاب میں پرندوں کا چہچہانا وادی کی خوشگوار فضا کو ظاہر کرتے ہیں۔

بند کا تیسرا مصرعہ "ٹیپ کا مصرعے " ہے۔ یہ مثلث کے ہر بند میں دہرایا گیا ہے۔ جو پوری نظم کو ایک خطیبانہ رنگ دے دیتا ہے اور اس رنگ میں اگر ایک طرف فطرت سے گاو اور وابستگی نظر آتی ہے تو دوسری طرف امت مسلمہ بالخصوص کشمیریوں کو حرکت و عمل جد وجہد، جوش اور ولولے کا پیغام دیا ہے تاکہ مسلمان آگے پڑھیں اور اپنا مقام حاصل کریں۔

بند نمبر 2۔

تشریح طلب بند میں اقبال نے علمائے وقت کی ذمہ داریوں کو واضح کیا ہے اور عبادات کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ منبر کا لفظ "علمائے وقت " کے لیے کنایہ اقبال نے استعمال کیا ہے اور محراب "نماز اور عبادت " کے لیے کنایہ استعمال کیا ہے۔ یہ اسلامی عبادات کے اہم مراکز ہیں۔ جہاں مسلمانوں کی دینی تربیت اور رہنمائی کی جاتی ہے۔ صاحب ہنگامہ سے مراد وہ شخصیت ہے جو دین کے معاملے میں صیح آگاہی رکھتی ہے اور لوگوں کو ایک سمت عطا کرتی ہے۔ اقبال علمائے وقت سے نالاں تھے۔ انکے نزدیک یہ اصحاب اپنی ذمہ داریوں کو صیحح طریقے سے ادا نہیں کر رہے اور سلامی فکر جس کی صیحح معنوں میں امت کو فرمدت ہے۔ وہ پوری نہیں ہو رہی۔

فرماتے ہیں

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ لے تیرا

کہاں سے آتے صدا الاالہ الااللہ

اٹھا میں مدرسہ وخانقاہ سے غم فلک

studybeesofficial

CamScanner

نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت نہ نگاہ

اقبال نے دینی اور روحانی قیادت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ان کے نزدیک اگر دینی قیادت صاحب ہنگامہ نہ ہو۔ تو دین موت یا خواب بنکر رہ جاتا ہے۔اسی لیے شاعر نے واضح کیا ہے کہ اگر دین میں عمل اور جوش وجذبہ اور حرکت و عمل نہ ہو تو یہ بندہ مومن کے لیے بے حسی کا باعث بنکر رہ جاتا ہے۔اگر قیادت میں جوش ولولہ نہ ہو تو دین مردہ یا غیر فعال حالت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اس بند میں صاحب ہنگامہ "استعادہ" ہے۔ایسے شخص کے لیے جو حرکت اور عمل پر یقین رکھتا ہے موت یا خواب غفلت کا استعارہ ہے۔

بند نمبر3۔

تشریح:۔اقبال کی فکری گہرائی اور روحانی بصیرت بہترین انداز میں اس نظم میں ظاہر ہوتی ہے۔وادی لولاب کو بار بار مخاطب کر کے اقبال نے بہت سے پیغام امت مسلم کو دے دیے ہیں۔اس بند کے پہلے مصرعے میں شاعر فرماتے ہیں کہ دل کو پگھلا دینے والے اور درد کھیرے نغمے ساز کے وجود پر منصر ہوتے ہیں۔یعنی جتنا اچھا اور منصوبہ ساز ہوگا اور اتنی ہی بہترین موسیقی پیش کرے گا۔ یہاں ساز استعارہ ہے۔انسانی خودی کا یعنی خودی جتنی بیدار ہو گی انسان کا عمل اتنا ہی خوبصورت پائیدار اور جاندار ہو گا اور یہ عمل کامیابی کی سطح کو چھونے والا ہو گا۔

دوسرے مصرعے میں شاعر واضح کرتے ہیں کہ اگر ساز کے تار ڈھیلے ہیں تو پھر اس پر ضرب لگانے سے بہترین موسیقی حاصل نہیں ہو گی۔شاعر نے موسیقی کے ساز کی مثال دیتے ہوئے ایک گہرا فلسفیانہ پیغام قاری کو دیا ہے کہ اگر انسانی خودی منصوبہ نہ ہو گی تو کسی مغراب کی ضرب کا کوئی فائدہ نہیں۔

اس بند میں "ساز "اور مغراب" کے استعاروں سے مراد انسانی خودی اور قرآنی آیات ہیں۔کہ آج کا مسلمان قرآن تو پڑھتا ہے مگر اس پر آیات کا اثر ہوتا۔یعنی مسلمان بے عمل ہیں۔ست، تن آسان اور کاہل ہیں۔قرون اولی کے مسلمانوں کو جو قرآن ملا وہی ہمارے پاس ہے۔لیکن چونکہ ان کی جب رسول میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تھا اور اس کے ساتھ ساتھ انکی خودی بھی مضبوط تھی۔ان پر آیات کا ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے آدھی دینا سے زیادہ خطہ اراضی پر اسلام کا بول بالا کر دیا۔اور دنیا کی سپر پاور بن گئے۔

لیکن آج کا مسلمان خودی کی بیداری میں سر گرداں نہیں ہے۔اسکے قار دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے ڈھیلے ہو گئے ہیں۔اسی وجہ سے قرآن پڑھنے کے باوجود اسکے ساز سے نغمے پیدا ہو رہے۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں سے موہ لیتا ہے

گفتار کا یہ نمازی تو بنا، کردار کا غازی بن نہ سکا۔

بند نمبر4۔

تشریح:۔اس شعر میں امت مسلم کے دو اہم عناصر یعنی علمائے اور صوفیا کرام کی موجودہ حالت کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔اور اس بات کو واضح کیا ہے کہ یہ اصحاب اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔جب مذہبی رہنماوں کی بصیرت اور روحانیت کمزور پڑ جائے تو معاشرے کی روحانی اور فکری حالت بھی متاثر ہوتی ہے۔ٹیپ کا مصرعہ شاعر کے خطیبانہ انداز کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ شاعر کی اپنی قوم کے لیے تڑپ اور آواز کو بھی اجاگر کرتا ہے۔

بند میں تحریر فراست سے مراد وہ بصیرت اور حکمت ہے جو دین کی گہری سمجھ بوجھ حاصل ہو جانے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔اقبال "ملا""" یعنی علمائے وقت کو تنقید بناتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ملا کی نظر میں حکمت اور بصیرت جو بہت اہم چیزیں ہیں دونوں ہی موجود نہیں ہیں۔ملا کا کردار صرف ظاہری عبادات اور رسومات تک محدود ہے۔وہ دین کی حقیقی روح سے خالی ہے۔

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پالی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا۔

کل میکدے میں حضرت ناصح جو مل گئے

اک جام میں پیش کیا اضطراب میں

اس سے اگلے ہی روز وہ ظالم حرم پرست

studybeesofficial

CS CamScanner

ساری شراب پی گیا۔ میرے حساب میں

اسی طرح صوفی پر تنقید کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں کہ ان کی محفلیں عشق حقیقی اور اللہ کی معرفت کے نشے سے خالی ہو گئی ہیں۔ انکی شراب (معرفت الٰہی کی شراب) میں وہ نشہ نہیں جو مسلمانوں میں جوش عمل، جدوجہد کو جذبہ پیدا کر سکے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ملا اور صوفی دونوں کو دین کی حقیقی روح اور شعور حاصل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو صحیح راہ دکھا سکیں۔

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر

اے درد آ کے بیعت دست سبو کریں

شعر نمبر5۔

شاعر نے اس بند میں بھی ایک مرد درویش کی کمی کا ذکر کیا ہے۔ کلام اقبال میں مرد حُر، مرد درویش، مرد مومن، مرد قلندر کا ذکر جا بجا ملتا ہے اور یہ وہ بندہ مومن ہے جسکی خودی بیدار ہے اور وہ اپنے باطن کی اصلاح کے بعد اللہ کا نائب بن چکا ہے۔ اب اس نے اپنی صلاحیت کا تمام تر رخ اپنی امت کی طرف موڑنا ہے تاکہ امت پھر سے اپنی کھوئی ہوئی عزت، وقار اور مرتبہ حاصل کرے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفریں کارکشا و کارساز

اقبال کے نزدیک ایسے درویش کی کمی کی وجہ سے ہی مسلمانوں کی یہ حالت زار ہے۔ یہ ایسا درویش ہے جو اپنی فغان سحری یعنی صبح کے وقت کی فریاد سے دلوں کو بیدار کرتا ہے۔ بنیادی طور پر فغان سحری سے یہ مراد ہے کہ صبح کے وقت ایسی مرد بھری آواز جو لوگوں کے دلوں کو جگا دے۔ یعنی یہ درویش اپنے اخلاص مروت اور روحانی قوت سے لوگوں کو صحیح راستے پر چلا دیتا ہے۔ ان کے دلوں میں دین کی حقیقی روح پیدا کر دیتا ہے۔ ایسا درویش امت مسلم کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ قوم کو حرکت و عمل پر ابھار کر بیدار کرتے ہیں۔ اقبال قوم کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس قوم میں اب ایسے درویش نایاب ہیں۔ اسی وجہ سے قوم اخلاقی و بدروحانی پستی کا شکار ہے۔ فغان سحری ایک استعارہ ہے جو قوم کی اخلاقی و روحانی حالت کو ظاہر کرتا ہے اقبال کی زبان سادہ، دلکش اور عام فہم ہے مگر اس میں گہرائی اور معانی کی کثرت ہے۔ اے وادی لولاب میں اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں دینی تعلیمات کی اہمیت اور اسکی روح کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

studybeesofficial

CS CamScanner